قسط (۲)

ڈاکٹر محمود الحسن عارف *

حقائق سے چشم پوشی کیوں؟

مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے حوالے سے ماہنامہ ''الحق''
میں شائع ہونے والے اعتراضات کا جائزہ

۲۔ مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ پر الزامات کا مسئلہ:

راقم الحروف نے .....مولانا کی ذات اور شخصیت پر گفتگو کرتے ہوئے اپنے مضمون میں سرسری طور پر .....اس بات کا ذکر بھی کیا کہ مولانا راسخ العقیدہ مسلمان اور سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پوریہ کے مسند نشین تھے اور اس پر مستزاد یہ کہ مولانا .....اپنی ایک منفرد فکر و فلسفہ رکھتے تھے۔ مگر کچھ علمائے کرام نے ان پر ضروری احتیاط اور تحقیق کے بغیر الزامات لگائے۔

جب کہ اسلام عام لوگوں کے بارے میں بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ان پر الحاد، بیدینی اور کفر کے فتوے ضروری تحقیق اور احتیاط کے بغیر صادر کیے جائیں۔

اور ضروری احتیاطوں میں ایک احتیاط یہ بھی ہے کہ متعلقہ شخص سے، خاص طور پر جب فتوے میں کسی شخص کا نام مذکور ہو، ان عقائد کی تصدیق کر لی جائے۔ اس حوالے سے راقم الحروف نے ایک حدیث کا بھی حوالہ دیا تھا، جس میں یہ مذکور ہے کہ آنحضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا کہ تم اس وقت تک فیصلہ نہ دینا جب تک تم دوسرے فریق کی بات نہ سن لو۔ اور اس بات کا بھی ذکر کیا کہ مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری کے خلاف فتویٰ صادر کرنے والے حضرات نے اس بارے میں احتیاط کے ضروری تقاضے پورے نہیں کیے۔۔

نقد نگار نے .....اس مسئلے کو بھی سیاسی رنگ دینے کی کوشش کی ہے، حالانکہ راقم الحروف نے .....اپنے مضمون میں نہ تو .....کسی مدرسے کا نام لیا اور نہ ہی کسی مفتی صاحب کا ذکر کیا .....لیکن نقد نگار .....کا اس پر بھڑک اٹھنا ناقابل فہم ہے۔ اس حوالے سے ہماری معروضات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔ مولانا .....شاہ سعید رائے پوریؒ کوئی عام شخص یا کوئی عام درجے کے عالم دین نہ تھے۔ وہ ایک بہت بڑے علمی اور فکری خانوادے کے اہم فرد تھے۔ انہوں نے دیوبند تحریک کے .....اہم ترین علماء سے .....تعلیم اور تربیت

---

* صدر شعبہ دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

پائی تھی اور جب ان کی وفات کا موقع آیا.....تو علماء اور صلحا کی بہت بڑی تعداد نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور اندرون ملک اور بیرون ملک سے ان کے حق میں سیکڑوں تعزیتی پیغامات آئے۔ اخبارات ورسائل اور جرائد میں ان کے حق میں تعزیتی اور توصیفی مضامین ومقالات لکھے اور شائع کیے گئے۔ ایک ایسی شخصیت کے متعلق فتویٰ صادر کرتے ہوئے متعلقہ مفتی حضرات کا یہ فرض تھا کہ وہ یا حکم قرآنی کے مطابق کہ ظن المومنون والمؤمنات بانفسھم خیراً (النور۔۱۲)۔ مسلمان ایک دوسرے کے بارے میں اچھا گمان رکھیں، مولانا کے بارے میں نیک گمان رکھتے اور یہ خیال کرتے کہ اس قسم کے عقائد جو ان کی طرف منسوب کیے گئے ہیں وہ مولانا جیسے شخص کے نہیں ہو سکتے اور اگر یہ بات ضروری تھی تو مولانا سے اس بارے میں تصدیق کرالی جاتی۔ یا کم از کم اس قسم کا فتویٰ لینے والے حضرات سے ہی یہ کہا جاتا کہ ان الزامات کے لیے کوئی معتبر ثبوت پیش کریں۔

اس سلسلے میں ستمبر ۱۹۷۴ء میں .....ذوالفقار علی بھٹو کی زیر صدارت .....قومی اسمبلی کا جو اجلاس قادیانیت کے خلاف فیصلہ کرنے لیے منعقد ہوا اس کا بطور مثال کے ذکر کیا جاسکتا ہے۔ اس وقت کی قومی اسمبلی کی اکثریت، بشمول ذوالفقار علی بھٹو، اگرچہ دینی مسائل کے بارے میں کچھ زیادہ علم نہ رکھتی تھی، تاہم انہوں نے مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری کے خلاف فتوی دینے والوں سے ..... زیادہ احتیاط اور دور اندیشی کا مظاہرہ کیا تھا کہ انہوں نے مرزائے قادیان کے خلاف، جس کے کفر میں کسی بھی مسلمان کو شک اور شبہ نہ تھا، فیصلہ کرنے سے پہلے غلام احمد قادیانی ..... کے نمائندے اور اس کے ملعون جانشین کو قومی اسمبلی میں طلب کیا اور اسکے عقائد کے بارے میں اس کا موقف اور اس کی رائے معلوم کی اور جب اس نے تمام لوگوں کے سامنے اپنے کفریہ عقائد اور خیالات کا اظہار کیا تو اس کے غیر مسلم ہونے کا تاریخی فیصلہ صادر کیا گیا۔ جبکہ مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری کے معاملے میں ایسی احتیاط اور دور اندیشی نہیں دکھائی گئی۔ اور ایسے عقائد کو جو ان کے کبھی تھے ہی نہیں ان کی طرف منسوب کر کے ان کے خلاف فتوے صادر کر دیئے گئے۔

۲۔ دوسری طرف ہمارے ہاں بدقسمتی سے یہ فیشن بن گیا ہے کہ معمولی معمولی باتوں پر دوسروں پر الحاد، بے دینی اور کفر کے فتوی لگا دیے جاتے ہیں اور لوگوں کو اسلام سے خارج کر دیا جاتا ہے اور یہ کام کچھ ایسے طریقے پر کیا جاتا ہے کہ عام لوگ، جنہیں دین کے بارے میں کچھ زیادہ علم نہیں ہے وہ اس قسم کے فتوؤں کا ذکر کر کے ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔.....

جمعیت علمائے اسلام کی مرکزی قیادت بشمول مفتی محمود قدس سرہ' .....اسی قسم کی فتویٰ بازی کا شکار ہو چکی ہے۔ ۱۹۷۰ء میں ..... جمعیت علمائے اسلام پاکستان (مفتی گروپ) کی طرف سے ذوالفقار علی بھٹو کے معاشی پروگرام کی .....حمایت پر..... کئی سو علمائے کرام نے ان کے خلاف فتوی جاری کیا تھا، جو اب تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ جس کے خلاف سید امین گیلانی نے مشہور نظم لکھی تھی، جس کا ایک مشہور مصرعہ یہ تھا ۔

''فتویٰ ایک سو تیرہ کا ، چھکڑا ایک سو تیرہ کا''

۳۔مولانا کے خلاف جن باتوں کو بنیاد بنایا گیا انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(الف): ان کی طرف منسوب غلط عقائد:

ان فتاوی میں مولانا کے خلاف جن عقائد کو فتوے کی بنیاد بنایا گیا ہے وہ مولانا کے کبھی تھے ہی نہیں، اور نہ ہی یہ عقائد کسی مسلمان کے ہو سکتے ہیں، ان کے لیے کوئی ٹھوس بنیاد پیش نہیں کی گئی۔ تنقید نگار نے اپنے مضمون میں کوہاٹ اور ہنگو کے مدرسین کا ذکر کیا ہے جو بزعم خویش فکر ولی اللہی تنظیم کے رکن تھے اور خالی الذہن طلبا کے سامنے دوران درس ایسی باتیں چھیڑ دیتے جس سے طلبہ چونک پڑتے۔ اور نماز ایسی عبادت کے بارے میں بھی توہین آمیز باتیں ان کی طرف سے طلبہ کو سننا پڑتی تھیں۔ حال آں کہ تنظیم کے ذمہ دار افراد کے مطابق ان مدارس میں تنظیم کے کوئی مدرسین کبھی نہیں رہے۔

تنقید نگار سمیت جن لوگوں نے اس روایت پر یقین کیا ہے ان کے فہم وفراست پر تعجب ہوتا ہے..... اول تو..... یہ انداز ہی مشکوک ہے کوئی دو مدرس، پھر ان کا تنظیم فکر ولی اللہی ..... سے تعلق، پھر ان کے مذہب کے خلاف بیانات۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ..... ان کے ان خیالات سے یہ کیسے پتہ چلا کہ یہ خیالات تنظیم فکر ولی اللہی اور مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری کے ہیں؟۔ کیا یہ قیاس مع الفارق نہیں ہے۔

علاوہ ازیں جن لوگوں نے فتوے جاری کیے، تنظیم فکر ولی اللہی کے عہدے داران نے ان سب حضرات کو فرداً خطوط تحریر کیے اور ان عقائد وخیالات کی مکمل طور پر تردید کی۔ اور اس بات کی یقین دہانی کروائی کہ ان کا اور ان کی تنظیم کا، ان عقائد اور ان خیالات سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ اس حوالے سے مولانا نے بذات خود بھی کئی علمائے کرام کو خطوط تحریر کیے اور اپنے عقائد تحریر کیے اور بار بار لکھا کہ انکے وہی عقائد اور وہی خیالات ہیں جو علمائے دیوبند کے ہیں، مگر ان کی بات پر یقین نہیں کیا گیا اور بدستور اپنے سابقہ فتوے پر اصرار کیا گیا۔ مولانا کا یہ خط ہم عنقریب نقل کریں گے۔

(ب) ان میں کچھ ایسی باتیں اور ایسے خیالات ہیں جن کا تعلق معاشی مسائل اور سیاسی امور کے ساتھ ہے اور جن کی بنا پر نہ تو کسی کی تکفیر کی جاسکتی ہے اور نہ ہی کسی پر الحاد اور بے دینی کا فتویٰ لگایا جاسکتا ہے اور نقد نگار نے ..... مولانا حامد میاں کی سرپرستی میں جمعیت علمائے اسلام کے اجلاس میں اصلاح احوال کے لیے جن تین مطالبات کا اپنی طرف سے ذکر کیا..... وہ اسی زمرے میں شامل ہیں۔

مثلاً یہ کہ وہ جمعیت علمائے اسلام کی سرپرستی کو تسلیم کریں..... کیا جو لوگ جمعیت علمائے اسلام کی سرپرستی کو تسلیم نہیں کرتے وہ تمام لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہیں؟ کیا جمعیت علمائے اسلام مولانا سمیع الحق گروپ اور نظریاتی گروپ ..... وغیرہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور کیا پاکستان کی وہ تمام جماعتیں جو جمعیت علمائے اسلام کی سرپرستی کو تسلیم نہیں کرتیں وہ سب لائق گردن زدنی ہیں؟

اور یہ کہ وہ جہاد افغانستان کو جہاد تسلیم کریں۔ یہ مطالبہ بھی بے حد عجیب ہے۔ نقد نگار نے یہ نہیں لکھا کہ..... یہ کونسی قرآنی آیت میں لکھا ہے کہ جہاد افغانستان کو جہاد تسلیم کیے بغیر بندہ مسلمان نہیں ہوسکتا اور کسی بھی شخص کو اس بارے میں رائے دینے یا رائے رکھنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

اسی طرح ان کا تیسرا مطالبہ یہ کہ تبلیغی جماعت اور ان کے سرکردہ افراد کے بارے میں ہمیشہ تحقیر آمیز رویہ اختیار کیے ہوتے ہیں وہ اپنے اس رویئے سے باز آجائیں۔

یہ بھی کیا بچگانہ بات ہے، اس لیے کہ پاکستان اور ہندوستان میں بہت سے علمائے کرام تبلیغی جماعت سے اتفاق نہیں رکھتے۔ کیا ان سب کو دائرہ اسلام سے خارج کر دینا چاہیے؟ اور یہ بھی نقد نگار مولانا جیسے ذہنوں کی اختراع ہے کہ مولانا رائے پوری رائےؒ ان کے بارے میں تحقیر آمیز رویہ رکھتے تھے۔ مولانا کو تبلیغی جماعت اور اس کے طریقہ کار سے اختلاف ضرور تھا، مگر انہوں نے کم از کم میرے سامنے کبھی کوئی تحقیر آمیز کلمہ یا جملہ اکابر تبلیغ کے متعلق نہیں کہا۔ بلکہ جیسا کہ ہم نے گذشتہ مضمون میں ذکر کیا، مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری بانی ومؤسس تبلیغ کے براہ راست شاگرد تھے اور کوئی نالائق سے نالائق شاگرد بھی..... اپنے استاد کے متعلق تحقیر آمیز رویئے کا..... متحمل نہیں ہوسکتا۔

مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کے صاحبزادے، مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کے نواسے کے بیٹے اور شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے کنار پروردہ ہیں۔ ان کا نام رکھنے سے لیکر ان کی تمام تعلیم وتربیت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی نگرانی میں ہوئی اور انہوں نے سہارنپور کے مدرسہ مظاہر العلوم سے تعلیم وتربیت پائی۔ وہ اپنے روحانی بزرگوں اور اپنے اساتذہ کرام کی طرف سے اس عظیم فکر وفلسفہ کے وارث بنے جس کی ابتدا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے شاگرد وجانشین شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے کی اور جو شہدائے بالاکوٹ سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحیؒ بڈھانویؒ سے ہوتی ہوئی علمائے دیوبند تک پہنچی اور جسے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ..... شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ نے اپنی تگ وتاز کا مرکز بنایا..... فکر وفلسفہ کی اس اہم ترین روایت کا مقصد..... اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی راہ ہموار کرنا اور دنیا کو سفید سامراج کے ذہنی اور فکری تسلط سے آزاد کرنا ہے۔

خلافت عثمانیہ کے زوال (۱۹۲۴ء) کے بعد سفید سامراج نے پوری دنیا پر اپنا من پسند نظام نافذ اور مسلط کرنے کی کوششیں تیز کر دیں۔ چنانچہ اس منصوبے کے تحت فلسطین میں مملکت اسرائیل کا ناجائز پودا کاشت کیا گیا اور اس کے ذریعے پورے مشرق وسطی پر حکمرانی کی بساط بچھائی گئی۔

اس سفید سامراج کا مقابلہ کرنے کے لیے دنیا میں مختلف قوتیں اٹھیں جن میں سوویت یونین..... اور اس کے اتحادی ممالک سرفہرست ہیں چنانچہ ان دونوں قوتوں میں پوری دنیا میں..... کہیں گرم اور کہیں سرد جنگ شروع

ہوگئی۔ یہ وہ دور تھا کہ جب اسلامی ممالک ایک ایک کرکے ..... آزاد ہورہے تھے یہ فیصلہ کرنا کہ اس جنگ میں، جہاں دونوں طرف کفریہ طاقتیں تھیں ان کی ہمدردیاں کس کے ساتھ ہیں دنیائے اسلام ..... دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ دنیائے اسلام کا بہت بڑا حصہ جس میں مصر، عراق، شام، الجزائر، انڈونیشیا اور افغانستان شامل تھے سوویت یونین کیساتھ کھڑے ہوگئے جبکہ بہت سے ممالک مثلاً ایران، پاکستان سعودی عرب ملائیشیا اور ترکی، وغیرہ شامل تھے وہ امریکی کیمپ میں چلے گئے۔

لہٰذا یہ مسئلہ خالصتاً اجتہاد اور ذاتی رائے کا ہے کہ ان میں سے کون سا دشمن کم خطرناک ہے اور کون سا زیادہ خطرناک۔ علمائے دیوبند کی اکثریت خصوصاً حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور جمعیت علمائے ہند کے اکابرین شامل ہیں، سفید سامراج کو، جس کی قیادت ۱۹۴۵ء تک برطانیہ کے پاس تھی اور اس کے بعد سے اب تک امریکہ کے پاس ہے، زیادہ خطرناک تصور کرتے تھے حضرت شیخ الہندؒ کا یہ قول مشہور ہے کہ ''اگر مجھے جلا کر راکھ بھی کردیا جائے۔ تو میری راکھ بھی انگریز سے نفرت کرے گی۔''

انگریز اور اس کے حواریوں سے یہ نفرت خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا خاصہ ہے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کی دوستی اور ان کی باہمی محبت کون نہیں جانتا اور پھر مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی برپا کردہ تحریک ریشمی رومال میں ان دونوں حضرات کے کردار کا کسے علم نہیں۔ یہ سب اب تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ اسی طرح مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی انگریز سے نفرت بھی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ جبکہ مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے، اگرچہ وہ اس کا اظہار بہت کم کرتے تھے۔ مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے ان تینوں بزرگوں کا دور دیکھا تھا اور ان تمام سے فیض تربیت پایا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اظہار کا ملکہ بھی خوب عطا کیا تھا۔ لہٰذا انہوں نے انگریز اور اس کے حواریوں کے خلاف عملی جدوجہد کے ساتھ ساتھ زبانی جہاد بھی کیا۔ مولانا کو اس بارے میں بڑا شرح صدر تھا کہ مسلمانوں کی زیادہ تر بلکہ تمام تر مصیبتوں اور تکلیفوں کا سبب یہی سفید سامراج ہے اور حالیہ دنوں میں خصوصاً جہاد افغانستان اور اس کے بعد عالمی سطح پر جو واقعات پیش آئے اس سے مولانا کے یقین میں اور اضافہ ہوگیا تھا۔

علاوہ ازیں مولانا سعید احمد رائے پوریؒ ..... اس دور میں جب دنیا میں بڑی تیزی سے تبدیلیاں آرہی تھیں ..... مدرسہ مظاہر العلوم اور تحریک دیوبند سے تعلق رکھنے والے بہت سے علمائے کرام سے تربیت حاصل کر رہے تھے ان تمام بزرگوں کو انگریز سے شدید نفرت کرتے دیکھا تھا ..... اس حوالے سے مولانا رائے پوری مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے بھی بے حد متاثر تھے اور تحریک ریشمی رومال اور انگریز کو ہندوستان سے نکالنے کی انکی جدوجہد کے بہت زیادہ مداح تھے اور خود کو مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا فکری ..... وارث تصور کرتے تھے،

لہذا وہ عالمی سطح پر سفید سامراج کے سخت مخالف تھے اسی بنا پر ہر وہ تحریک کی جس میں انہیں انگریز سامراج کا سایہ یا عکس دکھائی دیتا..... وہ اسکی سخت مخالفت کرتے تھے۔ مولانا کا سب سے بڑا جرم کہ لیں یا قصور کہ لیں بس یہی تھا۔

اس کا فطری نتیجہ یہ تھا کہ مولانا ذہنی طور پر بائیں بازو سے تعلق رکھنے والے ممالک اور جماعتوں کے زیادہ قریب تھے اور یہ وہی پالیسی ہے جس پر ۱۹۷۰۔۱۹۷۱ء کے انتخابات میں جمعیت علمائے اسلام (مفتی محمود گروپ) عمل پیرا رہی ..... اور مولانا غلام غوث ہزاروی ..... اپنے آخری سانس تک اسی پر عمل پیرا رہے، لیکن وقت کے ساتھ جمعیت علمائے اسلام (مفتی گروپ) نے اپنی یہ پالیسی بدل ڈالی ..... اور وہ ان جماعتوں کے ساتھ جا بیٹھی جو دنیا میں انگریز سامراج کی بالادستی کی حامی ہیں جن میں مولانا کے خیال میں جماعت اسلامی اور مصر کی اخوان المسلمین سرفہرست ہیں۔

مولانا سعید احمد رائے پوری چونکہ جمعیت علمائے اسلام کی نئی پالیسی کے حامی نہ تھے اور وہ اسکے خلاف مجالس میں گفتگو فرماتے تھے اس لیے دونوں میں فاصلے بڑھنے لگے۔ اور بالآخر دونوں کے راستے جدا جدا ہو گئے۔

مولانا سعید احمد رائے پوری ..... ۱۹۷۵ء ۔ ۱۹۷۶ء تک اپنے انقلابی یا ترقی پسند خیالات کے باوجود جمعیت علمائے اسلام کے رہنما اور جمعیت طلبائے اسلام کے سرپرست رہے، اس وقت تو ان پر نہ تو کوئی فتوی لگا اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی تحریک چلی، لیکن جب وہ اپنے انہی انقلابی خیالات کے ساتھ تنظیم فکر ولی اللہی کی بنیاد رکھتے ہیں اور وہ جہاد افغانستان کو سفید اور سرخ سامراج کی جنگ قرار دیتے ہیں تو ان پر فتوی لگنے شروع ہو جاتے ہیں اور ان کو بے دین اور ملحد قرار دیا جانے لگتا ہے!

۴۔ ہمارے دل میں مولانا سلیم اللہ خان صاحب کا جو وفاق المدارس کے کئی برسوں سے صدر ہیں اور اسی طرح فتوی جاری کرنے والے دوسرے علمائے کرام اور مفتیان عظام کا بے حد ادب اور احترام ہے اور ہمارا مقصد ان بزرگوں کی ذات پر ہرگز ہرگز کیچڑ اچھالنا نہیں ہے لیکن آخر کار وہ بھی ایک انسان ہیں اور اگر امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ جیسے اکابر سے اجتہادی غلطیاں ہو سکتی ہیں جن پر کسی اور نے نہیں بلکہ خود ان کے عزیز ترین شاگردوں نے گرفت کی اور جس کی تفصیل ہر ایک دینی مدرسے میں پڑھائی جاتی ہے تو یہاں بھی یہ ممکن ہے کہ مولانا سلیم اللہ خان صاحب اور دوسرے علمائے کرام سے بھی سننے اور سمجھنے میں غلطی ہوئی ہو اور خاص طور پر جب مسئلہ کسی کے ایمان اور الحاد اور زندیقی کا ہو تو ہمارا مذہب ہمیں بے حد احتیاط کا حکم دیتا ہے ..... اور اب چونکہ ایک فریق یعنی مولانا سعید احمد رائے پوری اس دنیا میں نہیں رہے اور وہ اپنے رب کے سامنے پیش ہو چکے ہیں اس لیے اس مسئلے کی وضاحت ضروری ہے تا کہ سابقہ مسئلے یعنی شاہ عبدالقادر رائے پوری کی تدفین کے مسئلے کی طرح جس میں بقول مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ ''جن لوگوں نے ایسا کیا وہ گناہگار ہیں اور جب تک اسے درست نہیں کیا جائے گا۔ وہ گہنگار رہیں گے۔'' اس مسئلہ میں بھی ہم گنہگار نہ ہوتے رہیں۔ (جاری ہے)